ڈاکٹر مریدفاطمہ
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبۂ اردو، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

لسانی تشکیلات میں اردو مرثیے کا کردار: تجزیہ و مطالعہ

Abstracts

The role of Urdu elegy in linguistic formations: Analysis and study

By Dr. Mureed Fatima, PhD Scholar, Department of Urdu, Nattional University of Modern Languages, Islamabad.

Linguistic is a Scientific Study of Language. There is Valuable Information available on Urdu elegy linguistic formations in terms of science of narration, Metaphor and simile. Throughout the development of the marsiya as a Literacy genre, its linguistic patterns continued to evolve. This composite from drew nourishment from the essence of all the local dialects spoken in the Indian Subcontinent. All major marsiya writers truly fulfilled their responsibility in elevating its linguistic standard. Muhammad Quli Qutb Shah, regarded as the founder of Urdu marsiya, presented the prevailing pronunciation of his time in a Deccani dialect, making it representative of a living linguistic tradition. Mirza Rafi Sauda, Dilgir, and Mir Zamir enriched marsiya through vivid imagery, fluency, and the skillful use of idiomatic expressions, thereby expanding its linguistic treasury. In the same field,

Mir Anees and Mirza Dabeer made the tradition of marsiya linguistically his remarkable linguistic mastery. Likewise, Saba Akbarabadi, Naseem Amrohavi, and Hila, Naqvi maintained linguistic coherence in their marsiyas from beginning to end. It is a welcome and encouraging development that the role of the Urdu elegy in linguistic formations appears to be actively engaged in struggling for its survival.

Keywords: Qwaed Urdu, Josh Shanasi, Hilal Naqvi,Marsiya, Risai Adab, Azaan-e- Maqtal, Naye Sanat Gar, Anees -o- Dabeer, Aslubeti Mutaley,

---

کلیدی الفاظ: قواعدِ اردو، جوش شناسی، ہلال نقوی، مرثیہ، رثائی ادب، اذانِ مقتل، نئے صنعت گر، انیس و دبیر، اسلوبیاتی مطالعہ

زبان جو زندگی کی علامت اور مستقل ارتقاء پزیر ہے اس میں لسانی اظہار کی قوت اور ابلاغ کی بے پناہ صلاحیت موجود ہے زبان اپنے ہیتی ڈھانچے اور دیگر لسانی اکائیوں سے مسلسل اختلاط کا عمل جاری رکھے ہوئے ہے۔زبان شعور انسانی اور ادب کی ایسی تکون ہے جہاں لسانی مظہریات کی عکاسی ہوتی ہے علاقائی زبان، تختی بولی اور ایک مربوط زبان باہم مل کر ایک مکمل نئے نظام کی جانب اشارہ کرتی ہیں اور یہی سفر جزو سے کُل کی جانب کا ہے۔ لغوی اعتبار سے لسانیات عربی زبان کے لفظ "لسان" سے مشتق ہے جس کے معنی گوشت کا وہ ٹکڑا ہے جو دانتوں کے درمیان رہتا ہے یعنی زبان۔زبان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بیش بہا نعمتوں میں سے ایک ہے زبان میں زندگی کی اصل حرارت پوشیدہ ہے اس کے بغیر جذبات گونگے بہرے ہیں یہ انسان کا بنیادی ہتھیار ہے اس آلے کو انسانوں نے ایک دوسرے سے رابطے کے لیے بنایا اور مسلسل استعمال سے اس کے وجود کو جلا بخشی پس زبان ہی وہ

زریعہ ہے جس سے معاشرہ تخلیق پاتا ہے اس کی بازگشت صرف اتنی ہے کہ:

> زبان نہ کسی کی ایجاد ہوتی ہے اور نہ کوئی اسے ایجاد کر سکتا ہے جس اصول پر بیج سے کونپل پھوٹتی، پتے نکلتے، شاخیں پھلتی پھل پھول لگتے ہیں اور ایک دن وہی ننھا سا پودا ایک تناور درخت ہو جاتا ہے اسی اصول کے تحت زبان پیدا ہوتی، بڑھتی اور پھلتی پھولتی ہے۔[۱]

لسانیات یعنی زبان کا علم فارسی میں لسانیات کو "زبان شناسی" انگریزی میں فلالوجی (philology) اور ہندی میں "بولی گیان" کا نام دیا جاتا ہے عام طور پر لسانیات زبان کے سائنسی مطالعے کو کہا جاتا ہے اگرچہ زبان کے اس مطالعے کے سائنسی ہونے کی مختلف توجیحات پیش کی جاتی ہیں چوں کہ لسانیات میں زبان کا اس طور سے جائزہ لیا جاتا ہے کہ اس میں معروضیت، قطعیت اور نظم کو پیش نظر رکھا جاتا ہے اس لیے ایسا مطالعہ سائنسی مطالعہ کہلاتا ہے۔ شان الحق حقی" فرہنگ تلفظ" میں لسانیات کے معنی درج کرتے ہیں: لسانیات: انسانی بولیوں کا تحقیقی و تقابلی مطالعہ۔[۲] اردو لغت میں لسانیات کے معنی یوں درج ہیں: علم زبان کے متعلق (مسائل یا امور وغیرہ) علم السان زبان کی تاریخ اور تشکیل وغیرہ کا علم، علم زبان۔[۳] صنف مرثیہ دنیا کی ہر زبان میں موجود ہے لیکن جو عروج اسے اردو زبان میں حاصل ہوا وہ فقید المثال ہے یہی وجہ ہے کہ یہ صنف ایک ہیت یا صورت شعری تک محدود نہ رہا اور ناقدین نے اس کی صنفی شناخت پر لبیک کہا دنیا کی دیگر زبانوں میں نہ تو مرثیہ اس طرح پروان چڑھا اور نہ اسے صنفی حیثیت حاصل ہوئی اس حوالے سے اسد اریب لکھتے ہیں۔: مرثیہ تو ہے ہی اظہار زبان، اسلوب بیان، صنائع معانی و ہنر کلام کا صحیفہ۔[۴] لسانی تشکیلات میں اردو مرثیہ کے کردار پر بات کرنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں بولی جانے والی زبانیں جدا جدا ہیں جب مسلمان ہندوستان میں داخل ہوئے تو وہ اپنے ساتھ عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کو ساتھ لائے تاریخی اعتبار سے

یہ بات بالکل درست ہے کہ فاتح ہمیشہ اپنے ساتھ اپنی زبان ساتھ ساتھ لاتے ہیں اور مفتوح اقوام اپنی تخلیقی قوت کھو بیٹھتی ہیں پھر یہیں سے زبان میں نئی جہات شامل ہو جاتی ہیں اردو زبان کی تشکیل میں ہندوستان کے لوگوں نے تمام تر اختلافات کے باوجود اپنا اپنا کردار ادا کیا ہے۔ہندوستان کی تاریخ اس بات کا احاطہ کرتی ہے کہ شمالی ہند کے راستے ترک،پٹھان،ایرانی اور مغل مسلمان ہندستان میں داخل ہوئے ان میں سے اکثریت نے یہاں رہائش اختیار کی اور اپنے ساتھ اپنی زبان کو بھی لائے مقامی آبادی سے گھل مل کر ان کی زبان کو بہت کچھ دیا مسلمانوں نے فارسی اور ترکی زبانوں کے ساتھ مقامی زبانوں کو سیکھنا اور استعمال کرنا شروع کیا جبکہ ہندوؤں نے مقامی زبانوں میں عربی،فارسی اور ترکی الفاظ کو جگہ دی اسی لین دین سے نہ صرف اردو زبان بلکہ یہاں کے بسنے والوں کے نظریات میں وسعت آئی ۔اردو زبان کی تشکیل میں مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں نے برابر حصہ ڈالا دونوں نے ایک دوسرے کے رنگ کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ ایک دوسرے کے رنگ میں رنگے بھی گئے اسی ضمن میں ڈاکٹر سید محمود کا کہنا ہے:

> اسلامی تہذیب ہندوستان آکر اپنا اصلی رنگ قائم نہ رکھ سکی،ہندو تہذیب بھی اپنا قدیم روپ قائم نہ رکھ سکی اور ان دونوں کے میل سے ایک تیسری تہذیب نے جنم لیا جسے ہم لویون کی زبان میں"اسلامی تمدن ہند" یا صاف طور"انڈو مسلم کلچر"(ہندو مسلم تہذیب) کہہ سکتے ہیں۔یہی وہ ہندو مسلم تہذیب ہے جو اکبر اور دوسرے مغل بادشاہوں کے دربار میں پرورش پاتی رہی اور آج سے پچاس سال پہلے تک،اعلیٰ اور متوسط طبقوں میں شائستگی کا معیار قرار دی جاتی رہی آج اسی کو مسلمان اپنی کم علمی کی وجہ سے اسلامی تمدن کہنے لگے ہیں حالاں کہ ٹھیٹھ اسلام میں تمدن و تہذیب کی

تبدیلی کوئی مذہبی اثر نہیں رکھتی اور ہندو نادانی سے مسلمان بادشاہوں کے زمانے میں پیدا شدہ تہذیب کو اجنبی اور پردیسی سمجھ کر، پرا چین بھارت کا طور طریقہ پھر زندہ کرنا چاہتے ہیں اگر دونوں قوموں کو یک جا رہنا ہے اور ملک کی فلاح و بہبود کی خاطر دوش بدوش کام کرنا ہے تو اس غلط خیال کا قلع قمع ضروری ہے دونوں کو یہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ یہ مشترک تہذیب اور اس کی لازمی پیداوار مشترک زبان کوئی اسلامی اور بدیسی سرمایہ نہیں یہ تہذیب اور زبان اسی زمین اور آب و ہوا کی پیداوار ہیں اور ان کی ترقی اور پرداخت میں دونوں قوموں کا برابر حصہ رہا ہے۔(۵)

جنوبی ہند میں دو سو سال تک اردو زبان کی ساخت بنتی اور بگڑتی رہی ہے مقامی بولیوں اور فارسی کا تال میل جاری رہا اس حوالے سے دو تحریکیں عملاً سرگرم رہیں ایک فریق نے فارسی زبان کے قواعد پر اردو زبان کی اساس قائم کی جبکہ دوسرے فریق نے عربی اور فارسی قواعد پر انحصار کرتے ہوئے مقامی بولیوں سے بھی استفادہ کیا ولی دکنی کا دیوان جب شمالی ہند پہنچا تب خان آرزو نے اردو زبان کو لسانی و اسلوبی اعتبار سے نکھار عطا کیا خان آرزو لسانیات کا منجھا ہوا ذوق رکھتے تھے اس سلسلے میں سراج الدین خان آرزو کی کتاب "نوادر الالفاظ" نقطہ آغاز کا درجہ رکھتی ہے ڈاکٹر سید عبداللہ "نوادر الالفاظ" کے دیباچہ میں لکھتے ہیں: انھوں نے ہندوستانی زبان کی لسانی تحریک کی بنیاد رکھی۔ ہندوستانی فیلالوجی کے ابتدائی قواعد واضح کیے اور زبانوں کی مماثلت دیکھ کر ان کے توافق اور وحدت کا راز معلوم کیا۔(۶) خان آرزو کے تربیت یافتہ شعراء میر تقی میر، خواجہ میر درد اور میر حسن کے دیوان میں مقامی زبانوں کے الفاظ کا بکثرت استعمال کیا گیا نظیر کے دیوان میں مقامی رنگ کو ترجیح دی گئی مگر اسی دھرتی سے تعلق رکھنے والے

مرزا غالب نے طرز بیدل اپنانے کو اولیت دی حتیٰ کہ انیسویں صدی میں جب فورٹ کالج نے عام فہم زبان کی تحریک شروع کی تو غالب نے اس امر کی جانب رجوع کیا۔

اردو ایک زندہ زبان ہے جو وقت کے دھارے کے ساتھ اپنی بقا کے لیے نئے اصول طے کرتی رہتی ہے اردو مرثیہ میں لسانی تشکیلات سے متعلق مفید معلومات موجود ہیں زبان و بیان اور اسلوب کے حوالے سے مرثیہ سخن کی شاعرانہ تعلیاں ان کے لسانی شعور کی غماز رہی ہیں انھیں اردو کی لسانی تشکیل کے ابتدائی نقوش قرار دیا جا سکتا ہے اس ضمن میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ: زبانوں کی ضرورتیں وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہیں ان میں جہاں صحت، اصول اور معیار بندی پر اصرار کرنا ضروری ہوتا ہے وہاں لفظ و معنی کی نئی تخلیقی سطحوں کی دریافت کرنا اور زبان کے چلن کی نئی عمرانیاتی ضرورتوں پر نظر رکھنا بھی بے حد ضروری ہے: اقبال کا یہ شعر

گیسوئے اردو ابھی منت پزیر شانہ ہے
شمع یہ سودائی دل سوزی پروانہ ہے

اسی تناظر میں نئی ذمہ داریوں کا احساس بھی دلاتا ہے۔(۷)

مرثیہ اردو ادبی اصناف کا ایک اہم حصہ ہے صنف مرثیہ نے دکن میں نمو پائی اور آغوش سلطانی میں پروان چڑھا ۱۵۸۰ء میں جب محمد قلی قطب شاہ سربر آرائے سلطنت ہوئے تو گولکنڈہ میں بادشاہی عاشور خانے کی تعمیر کی گئی قلی قطب شاہ پہلے صاحب دیوان شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ اردو زبان کے پہلے مرثیہ گو کہلائے اس بارے میں ڈاکٹر ہلال نقوی کا کہنا ہے: قلی قطب شاہ کو جدید ترین تحقیق نے اردو کا پہلا مرثیہ گو شاعر تسلیم کیا ہے۔(۸) اردو مرثیہ کے بانی گولکنڈہ کے بادشاہ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے رثائی کلام میں داستان کربلا کو بیان کرتے ہوئے اپنے وقت کے مروجہ تلفظ کو مقدم رکھا ہے اور عربی فارسی الفاظ کو دکنی لہجے کے قالب میں ڈھال کر ان کو مقامی لسانی روایت کا نمائندہ بنا کر پیش کیا ہے جس طرح اس وقت الفاظ بولے

جاتے تھے قلی نے لکھنے میں صوت کی نقل کی ہے دکنی اردو کے زیر اثر محمد قلی کے ہاں بھی فعل ناقص کی مختلف صورتیں مستعمل ہیں جو موجودہ اردو سے مختلف ہیں ان کے دیوان میں پانچ مرثیے شامل ہیں یہ مرثیے غزل کے روپ میں لکھے ہوئے ہیں مرثیہ میں درج ذیل اشعار کو اس طرح نظم کیا ہے :

سب دکھاں کوں انت ہے اس دکھ کے تیئں
انت نئیں
فاطمہ کے پوت بن اس جگ میں نیں
نور کیئں
مصطفیٰ کے باغ کے پھولاں کوں بن پانی سکھائے
مصطفیٰ ہور مرتضیٰ ہور فاطمہ کا دل دکھائے(۹)

محمد قلی کے مرثیوں میں مرثیہ کی مروج لفظیات کے بجائے مقامی لفظیات کے استعمال کو ترجیح دی گئی ہے اس شعر کا پہلا مصرعہ گیارہ الفاظ پر مشتمل ہے اور دوسرے مصرعے میں دس الفاظ شامل ہیں دکنی اردو میں دکھ کے لیے دکھاں، کو کے لیے کوں، تو کے لیے تیئں، نہیں کے لیے نئیں، کہیں کے لیے کیئں اور کلیدی الفاظ پوت، جگ جیسے الفاظ مستعمل ہیں محمد قلی کے ہاں فعل ناقص کی تمام شکلیں ملتی ہیں۔ شعر کے پہلے مصرعے میں دکھاں اور دکھ کی ابتدا میں 'د' کی تکرار پائی جاتی ہے اس طرح کی تکرار کو جس میں قریب الواقع الفاظ متجانس آواز سے شروع ہوتے ہیں ان کو تجنیس صوتی کہا جاتا ہے دکنی اردو میں جمع کا لاحقہ دکھاں 'ں' جمع کا لاحقہ ہے پہلے مصرعے میں طویل مصوتہ 'ں' چار بار آیا ہے اسی طرح دوسرے مصرعے میں 'ں' کی دو بار تکرار ہوئی ہے۔ قلی قطب نے مستعار الفاظ کو اپنے لسانی مزاج میں ڈھال کر پیش کیا ہے تیسرا اور چوتھا مصرعہ سترہ الفاظ پر مشتمل ہے درج ذیل اشعار میں تجنیس صوتی کا خوبصورت استعمال کیا گیا ہے شعر کی صوتی اثر آفرینی میں اضافہ کرنے کے یہ طریقے محمد قلی ہی سے مخصوص ہیں دو جملوں یا کلموں کو ملانے کے لیے 'ہور' بھی حرف عطف کے طور پر کثرت سے استعمال ہوا ہے عام اردو قاعدے کے مطابق ایک ساتھ دو

حروف عطف نہیں آتے لیکن دکنی کے زیر اثر محمد قلی نے دو حروف عطف ایک ساتھ برتے ہیں ان اشعار کی ایک اہم لسانی خصوصیت تصرف الفاظ کی صورت میں سامنے آتی ہے اس نے الفاظ میں دو طرح سے تصرف کیا ہے جیسے کو سے کوں، تو سے تیئں جیسے الفاظ وضع کر لیے ہیں دوسری قسم کا تصرف الفاظ کے املا میں کیا گیا ہے یعنی عربی، فارسی اور ہندی الفاظ کے املا کے لیے مقامی تلفظ کو سند بنایا ہے۔

لسانی شعور کی پختگی نے دنیائے ادب کو اصطلاح زبان کی تحریکوں سے متعارف کروایا زبان کو تخلیقی سطح پر کار آمد بنانے کے لیے نامانوس الفاظ و تراکیب سے پاک کیا گیا اصطلاح زبان کے عمل نے تحریک کی صورت اختیار کر لی چناچہ مرزا مظہر جان جاناں اور شاہ حاتم سے لیکر میر و سودا، آتش و ناسخ، میر ضمیرؔ، میر خلیقؔ اور میر انیسؔ و دبیرؔ تک عہد بہ عہد اردو زبان کو لسانی اعتبار سے نکھارنے کی شعوری کاوشیں تیز تر ہوتی گئیں۔ زبان کو فصاحت کی سند عطا کرنے کے لیے دکنی اسلوب کو ترک کر کے فارسی ادب کی روایت سے استفادہ کیا گیا عہد زریں کی لسانی اصلاحات کے نتیجہ میں اردو زبان کا روپ نکھر کر سامنے آیا جسے دہلی اور لکھنؤ کی ادبی محافل نے مزید تازگی اور وقار بخشا مصحفی، جرات اور انشا نے لفظیات پر خصوصی توجہ کی انشاء لکھنؤ میں اردو زبان کے معمار بن کے سامنے آئے ان کی تخلیق "دریائے لطافت" ۱۸۰۲ء لکھنؤ کی لسانی جد و جہد کی مکمل دستاویز ہے خالص لسانی مباحث کی بنا پر ادب میں نمایاں مقام پر فائز ہے اس میں انشاء نے عوامی بول چال کو اہمیت دی اور اردو کی مختلف بولیوں بالخصوص دہلی اور لکھنؤ کی بنیادی بولیوں کا فرق ظاہر کرتے ہوئے مضافات کے کئی لہجے بھی بیان کیے ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی کا کہنا ہے۔:

یہ اردو کی واحد کتاب ہے جس میں مقامی محاوروں کے فرق اور ان کی اہمیت کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ زبانوں کے مطالعے میں کسی زبان کی مختلف علاقائی بولیوں کا تجزیہ اب لسانیات کا ایک مخصوص موضوع ہے انشاء نے دہلی اور لکھنؤ میں اردو بولنے والوں کو ان کی بولیوں اور مخصوص محاوروں

کے اعتبار سے الگ الگ گروہوں میں تقسیم کیا ہے اس ساری بحث سے محسوس ہوتا ہے کہ صوتی اور ترکیبی سطح پر انشا اللہ خاں کا یہ تجزیہ حیرت انگیز حد تک جدید لسانیاتی تجزیے کے مطابق ہے۔(۱۰)

امام بخش ناسخ نے زبان کو سلیقہ و خوشنمائی بخشنے کے لیے فصاحت و بلاغت کے نئے معیار متعارف کروائے ناسخ نے اپنے پختہ لسانی شعور کو بروئے کار لاتے ہوئے پہلی مرتبہ صوتیات اور آہنگ لفظی جیسے مسائل زبان کو موضوع بنایا۔ مرثیہ اردو شاعری کی وہ واحد صنف ہے جو اس کی اپنی تخلیق ہے اس کے تار و پود فارسی یا عربی سے مستعار نہیں اس میں اردو کی خالص اسلوبیاتی فضا اور مقامی بولیوں کا جلوہ صاف نظر آتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ اردو مرثیہ کی نشونما میں لسانی پیرہن بدلتا رہا چونکہ مرثیہ ایک مرکب صنف سخن ہے جس نے ہندوستان میں بولی جانے والی سب مقامی بولیوں کے معنز سے فیض اٹھایا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ ایک خوب صورت گل دستے کی صورت میں ایک توانا اور ہمہ جہت صنف شاعری کے طور پر سامنے آیا ہے جس میں برصغیر کے سبھی عقائد کا رنگ جھلکتا ہے۔

اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو مرثیہ نے اردو لغت میں اپنے دور کے تمام تہذیبی و تمدنی تناظر کو سمیٹا ہوا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس صنف نے زبان اردو کے لسانی خزانے میں کئی نئے الفاظ کا اضافہ کیا ہے اور یہی چیزیں زبان کی لسانی نشونما کی امین ہیں مرثیہ میں مروج مخصوص اصطلاحات خاص لسانی اہمیت کی حامل ہیں۔ڈاکٹر اسد اریب اصطلاحات مرثیہ کی اہمیت اجزائے مرثیہ سے کم نہیں خیال کرتے وہ لکھتے ہیں:وہی حیثیت وہی اہمیت اس اصطلاحی زبان کو حاصل ہے جو تواتر، تسلسل اور معانی کی بلا اختلاف اکائی کے سبب علامت کا درجہ رکھتی ہے۔(۱۱) مثلاً علم دار سے مراد حضرت عباس کی ذات گرامی ہے اور ششماہے سے مراد حضرت علی اصغر ہیں۔ایسے ہی تجربات زبان کے ذخیرہ الفاظ میں اضافے اور زبان کی نشونما میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ دلی میں باقاعدہ طور پر مرثیہ محمد شاہ کے زمانے سے شروع ہوا ابتدائی

مرثیوں میں فارسی اور ہندی الفاظ کا امتزاج نظر آتا ہے البتہ آہستہ آہستہ مرثیہ گویوں نے عوامی زبان میں مرثیہ کہنا شروع کیا محمد شاہی عہد کے مرثیہ نگاروں میں فضلی، میر عبداللہ مسکین، خواجہ برہان الدین آثمی کے رثائی کلام میں ان کے لسانی تجربات اہم تاریخی حیثیت رکھتے ہیں اگرچہ سودا نے پہلا مرثیہ دہلی میں کہا لیکن فرخ آباد میں اس فن کی طرف سنجیدگی سے متوجہ ہوئے لسانی تشکیل میں اردو مرثیہ کے کردار میں سودا کی حیثیت اس سنگ میل کی ہے جو ایک شفاف رستے کے تعین میں مددگار ہوتا ہے۔ ہر صنف ادب کی طرح اردو مرثیہ نے بھی کئی منازل طے کیں اس میں کئی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور یہی تبدل اس کی بقا کا ضامن ہے دکنی دور سے مرثیہ جب میر و سودا کے زمانے میں قدم رکھتا ہے توہیت کے حوالے سے ایک خاص تنوع نظر آتا ہے ابو اللیث صدیقی اس بارے میں لکھتے ہیں: سودا نے منفرد، مستزاد، مثلث، مربع، مربع مستزاد اور مخمس ترکیب اور دوہرہ بند مرثیے لکھے اکثر مراثی بین اور نوحہ پر ختم کیے۔(۱۲)

مسکین نے منفرد مخمس اور ترکیب بند کی شکل میں مرثیے کہے لیکن ان کے زیادہ تر مرثیے مربع ہیں۔ میر تقی میرؔ نے اردو مرثیہ کو موثر اسلوب دیا ان کے مرثیوں میں زبان کی سلاست نمایاں نظر آتی ہے انھوں نے مرثیہ میں گریہ خیز پہلو پیدا کیے اور ہند تہذیب کے ذریعہ کرب و بلا کے مناظر کو اجاگر کیا ہے انھوں نے اپنے رثائی کلام میں حزنیہ رنگ پیدا کرنے کے تمام حربے استعمال کیے اپنے اردگرد کے مناظر کے ذریعہ غم کی کیفیات اجاگر کیں تو دوسری جانب حالات اور الفاظ کے ذریعہ غم انگیز فضا تخلیق کر دی اپنے مرثیوں کو غم و الم کا خوگر بنا کر کائنات کے وجود میں غم حسین علیہ السلام کا نشہ سمونے میں کامیاب ہو گئے:

تن نازنیں ہو گا گھائل تمام — بلا ہوگا اس ایک پر اژدھام
جبیں سے بہے گا لہو لعل فام — گلوئے مبارک پہ خنجر ہے کل(۱۳)

غالب کی مرثیہ نگاری کے جوہر فارسی میں کھلتے نظر آتے ہیں اردو زبان میں انھوں نے کل تین بند مرثیے تخلیق کر کے قلم روک لیا لکھنؤ اور فیض آباد کو اودھ کا صدر مقام ہونے کی وجہ سے مرکزی حیثیت حاصل تھی دونوں شہروں میں عہد شجاع الدولہ سے مرثیہ گوئی کا آغاز ہوا ۱۷۵۱ء میں آصف الدولہ نے جب لکھنؤ کو دارالسلطنت بنایا تو مرثیہ گوئی کو خوب فروغ حاصل ہوا میر خلیقؔ نے اردو مرثیے کی تعمیر میں برابر کا حق ادا کیا انھوں نے مرثیے کو اصول و قواعد سے زیادہ محاورے سے نوازا۔ میر ضمیرؔ نے جدت پسندیوں سے اردو مرثیہ کو رعنائی کی کئی صورتیں عطا کیں ان کے مرثیوں کو لفظوں کی مرصع کاری، شان و شکوہ، جوش اور دبدبہ سے پہچانا جا سکتا ہے۔ مرقع کشی، جذبات نگاری، روانی، زور بیان اور قادر کلامی میں میر ضمیرؔ اپنے معاصرین سے کسی طرح کم نہیں ان کے تخیلاتی اسلوب نے اردو مرثیہ کو نہ صرف فکری خصوصیات سے نوازا بلکہ اردو مرثیہ کے لسانی معیار کو بلند کرنے کا صحیح معنوں میں حق ادا کیا ہے۔ میر ضمیرؔ نے مرثیہ کو مدس کی پہنائی دے کر اس میں رخصت، آمد، سراپا، رزم اور رجز داخل کر کے صنف مرثیہ کو تکمیلی شکل دی:

ناگہ علی اکبر کی لگی سانس اور ہاتھ لگا زخم پہ ہر مرتبہ اکھڑنے پڑھنے

بانو نے جو دیکھا لگے آثار بگڑنے اب کوئی ہے جو دے نہ مرے گھر کو اجڑنے

بولی مجھے اب صبر دے یارب یہ دعا ہے
فرزند مری گود میں دم توڑ رہا ہے(۱۴)

دلگیرؔ کے مرثیے اردو شاعری کا معجزہ ہیں انھوں نے مرثیے میں فصاحت و بلاغت، روزمرہ بندش، محاورہ، نزاکت و جدت ادا، محاکات اور جذبات نگاری کی صداقت کے موتی پرو کر مرثیے کے لسانی زخیرے میں اضافہ کیا ہے۔ چھنو لال دلگیر مسلمان نہیں تھے لیکن مرثیہ کے میدان میں اسلامی فکر کے علم بردار بن کے سامنے آئے اور اپنے معاصرین میں مقامی

نقوش ابھارتے ہوئے اردو زبان کے الفاظ و تراکیب کے ماہر بن کر ابھرے۔

جب کہ عباس سے تھی چل رہی متصل خیمہ اقدس کے
رن میں شمشیر کھڑے تھے شبیر
پردہ کے پاس کھڑی تھیں شہ دیں کی شاہ نے زینب ناشاد سے یوں کی
ہمشیر تقریر

کام میدان میں بھائی مرا کیا کرتا ہے
حق علمداری کا عباس ادا کرتا ہے(۱۵)

اٹھارویں صدی کے وسط تک لکھنؤ مرثیہ گوئی کا اہم مرکز بن گیا اس کے مذہبی ماحول نے مرثیہ گویان کی کثیر تعداد کو جنم دیا جس میں بلا تخصیص ہندو مسلم، سکھ سب شامل تھے۔ لکھنؤ کا مرثیہ لسانی کمال کا مظہر ہے۔ لکھنؤ کی ادبی فضا نے اردو زبان کی صنف مرثیہ کو دو گوہر نایاب عطا کیے مرزا دبیرؔ نے ضمیرؔ کے وضع کردہ نظام کو قبول کیا اور اس میں اپنی طبع جدت پسند سے کئی لسانی و معنوی اضافے کیے اور اپنی قادر الکلامی تسلیم کروالی۔ میر انیسؔ اور میر دبیرؔ نے مرثیہ کے کینوس کو ہزاروں فصیح تر الفاظ اور محاورات سے بھر دیا بلیغ الفاظ کے ساتھ معانی کی بلاغت کا استعمال کر کے مرثیے کو لسانی اعتبار سے پر ثروت بنا دیا۔ میر خلیقؔ، فصیحؔ، ضمیرؔ اور دلگیرؔ نے مرثیے کے جو سانچے تیار کیے ان دونوں سخن وروں نے ان میں رنگ بھر کر اس صنف کو اکمل کر دیا۔ اردو مرثیہ کی لسانی تشکیلات میں دبیرؔ و انیسؔ کا چولی دامن کا ساتھ ہے مرزا دبیرؔ نے مرثیہ کی عمارت تعمیر کی اپنی فنکارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کی تراش خراش کے لیے تجنیس مرکب میثاب، مرکب مفروق، ذوقافتین، تضمین، صنائع معنوی، ایہام، مراعات النظیر، عکس، رجوع، لف و نشر، مبالغہ اور تجرید سے چمک دی جبکہ میر انیسؔ نے اس عمارت کی تزئین کا فریضہ انجام دیا اس طرح صنف مرثیہ کا ایسا قصر تیار ہو گیا جس کی بلندی اور حسن پر ہمیشہ اردو زبان ناز کرتی رہے گی۔ دبیرؔ نے

مقامی انداز میں مرثیہ گوئی کر کے اس کے لسانی معیار کو بلند کیا ہے رزمیہ کے اس بلند پایہ مرثیہ نگار نے معرکہ کرب و بلا کا رزمیہ مقامی انداز میں بیان کیا ہے جہاں شہیدوں کی زمین خالق باری سے فریاد کرتی ہے اور فرشتے نور کے شیشے لیے میدان کربلا میں آتے ہیں کہ نواسہ رسولؐ کے خون کے ایک قطرے کو بھی زمین گرم پر نہیں گرنے دیتے بقول دبیرؔ:

اس وقت فرشتوں کو ہوا حکم الٰہی — ہاں نور کے شیشے لیے اب جلد ہو راہی
آئی ہے جہاز شہ مرداں پہ تباہی — ڈوبا ہے وہ گھر جس سے مدد نوح نے چاہی

تیغوں کے تلے رن میں کلیجہ ہے نبی کا
شیشوں میں بھرو خون حسینؑ ابن علی کا(۱۲)

سانحہ کربلا تاریخ عالم کا ایک ایسا غم ناک واقعہ ہے جسے پڑھ کر ایک طرف انسان کا دل دہل جاتا ہے اور اس کا اپنے اوپر ضبط رکھنا محال ہو جاتا ہے تو دوسری طرف انسان میں صبر اور بہادری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جس کے تحت انسان اپنا گھر، مال، جان بلکہ ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے اس طرح واقعہ کربلا ایک ایسا سرچشمہ شعور ہے جس کی تاثیر قیامت تک کم نہیں ہو سکتی۔ نواسہ رسول ﷺ اور ان کے جاں نثار ساتھی تین دن کے پیاسے تھے دریائے فرات کے کنارے میدان کربلا میں تشنہ لبی کا ایسا منظر تھا جس کی وجہ سے گھاٹیوں میں اشکوں کا سیل رواں جاری تھا دین اسلام کی حفاظت کے لیے نواسہ رسول ﷺ کے کمسن فرزند علی اصغرؑ جام شہادت نوش کر گئے آپ کے جواں سال فرزند علی اکبرؑ کے سینے میں برچھی لگ چکی تھی پھر بھی حسینؑ کے حوصلوں میں کمی نہیں آئی تھی بلکہ یزیدی افواج پر ایک خوف چھایا ہوا تھا سب مرثیہ نگاروں نے واقعہ کرب و بلا کے تمام مناظر نظم کیے اور فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھاتے ہوئے کئی نادر تراکیب استعمال کی ہیں جو اپنے اندر معانی کا سمندر لئے ہوئے ہیں گزشتہ کچھ عرصے اردو لسانی سفر کی تشکیل میں اردو مرثیہ نے

بہت اہمیت اختیار کی ہے ان سخن گویوں کی تخلیقات کا مطالعہ کرتے ہوئے اور تجزیے کی آنکھ سے دیکھتے ہوئے یہ بات عیاں ہو گئی کہ ان سب نے اردو ادب کو مرثیوں کا گراں قدر ذخیرہ دیا ہے اور اس کے دامن کو مرثیوں کے موتیوں سے بھر دیا ہے اس پر اردو ادب جس قدر فخر کرے کم ہے ڈاکٹر ہلال نقوی لکھتے ہیں: اس ادب نے اردو زبان اور لٹریچر کو اپنے لازوال سرمائے سے مالا مال کیا ہے افسوس اس بات پر ہو رہا ہے کہ کچھ لوگ مرثیے کو صرف رونے رلانے اور ایک مخصوص فرقے کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اگر اس صنف کو اردو ادب سے خارج کر دیا جائے تو اردو کی آبرو خاک میں مل سکتی ہے۔ اردو مرثیے نے ہماری زبان کو دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کے مقابل لا کھڑا کر دیا ہے۔(۱۷) مرثیے نے ایک طرف شاعری کی قدیم روایات کی پاس داری کی ہے تو دوسری طرف عصری تقاضے بھی خوب نبھائے ہیں یوں یہ بات عیاں ہو گئی کہ لسانی تشکیلات میں لفظوں کی آمیزش اور خیالات کے ارتباط سے اردو مرثیہ کا کردار ایک مستقل مقام کا حامل ہے۔

اردو کی اس صنفی کہکشاں میں موجود سب ستارے ہر رنگ سے اسے برانگیختہ کرنے پر نازاں نظر آتے ہیں۔ منظر عباس نقوی لکھتے ہیں۔: اپنے ارتقائی سفر میں جلد مرثیے نے اپنے لیے نئی وسعتیں تلاش کر لیں جو بیک وقت غنائی، بیانیہ، وصفیہ، رزمیہ، مدحیہ، اخلاقی اور ڈرامائی شاعری کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔(۱۸) مرثیہ لسانی تشکیل کی بے پناہ قوتوں کا غماز ہے یہ مرثیے کی کرامت ہے کہ اس نے مرثیہ سخن کو ماہر انداز متکلم کر دیا ہے کیوں کہ مرثیہ میں مختلف اصناف کا عرق اور ہر جذبے کا رنگ موجود ہے سب مرثیہ گویوں نے لسانی نیرنگیوں سے اسے ایک انقلابی صنف سخن بنا دیا ہے جسے رونے رلانے کے لیے نہیں بلکہ حق اور انقلاب کا داعی سمجھا جانے لگا ہے۔ پروفیسر عبدالرشید اس حوالے سے رقم طراز ہیں: اردو شاعری میں جس انقلاب کی بنیاد حالی اور آزاد انیسویں صدی کے آخری چوتھائی میں رکھتے ہیں اس کے جراثیم بہت کچھ مرثیے میں پائے جاتے ہیں۔(۱۹)

میر انیسؔ نے مقامی زبان کو نہایت خوبصورتی اور کمال سے مرثیوں کا پس

منظر بنایا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے رثائی کلام کے کرداروں کی سیرت، جذبات نگاری اور مرقع کشی میں مقامی الفاظ کی چھاپ نظر آتی ہے انیس اس بات کے معترف تھے کہ دنیا میں کچھ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن پر زبان و مکان کی پابندیاں نہیں لگائی جا سکتیں اسی وجہ سے لوگ جب ان آفاقی ہستیوں کے بارے میں کچھ بیان کرتے ہیں تو ان کے ہاں مقامی رنگ دیکھنے کو ملتے ہیں ہندوستانی بولیوں کے بہت سے رنگ انیس کے مرثیے میں دکھائی دیتے ہیں جو ان کے تخیل کی بلند پروازی کا منہ بولتا ثبوت ہیں کرداروں کے لہجے، رسوم، گلے شکوے اور خاندانی زندگی کی دلکشی وغیرہ ان کے رثائی کلام کی یہ خصوصیات مقامی زبان کی عکاسی کرتے ہوئے اردو مرثیہ کی لسانی تشکیل میں نمایاں نظر آتی ہیں۔ میر انیسؔ نے زبان کی پختگی، الفاظ کے بر محل انتخاب، تشبیہات اور استعارات سے ایک مرصع کار کی طرح آراستہ کیا اسے ماتم کے تنگ دائرے سے نکال کر علمی، لسانی صنف بنا دیا۔ اپنے اعجاز بیان سے الفاظ کی صنعتی بندشوں سے نئے قرینے تراشے آپ نے مرثیہ کی جو لسانی سیرت دکھائی ہے وہ نہ خالص عربی ہے نہ بالکل ہندوستانی بل کہ دونوں کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں مقامیت عربیت سے زیادہ نمایاں ہے آپ کے ایک ایک مصرعے میں کئی صنعتیں نظر آتی ہیں اپنے شگفتہ اسلوب بیان سے پھلجڑیاں بکھیرتے ہیں خدائے سخن کا کلام صنعتوں سے مرصع ہونے کے باوجود سادگی کا بہترین نمونہ ہے قافیہ، ردیف، بحر، صنائع بدائع، تمثیل، تشبیہ و استعارہ میں جو لطافت و جمال ہے اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی یہ مرثیے اردو گیلری میں آرٹ کے ایسے مرقع ہیں جس میں ایک پوری اردو کی لسانی تہذیب آباد ہے صبح کے منظر کے متعلق درج ذیل اشعار ملاحظہ ہوں:

چمکانے لگا رنگ شوق لالہ کہسار — پھولوں کی مہک دشت سے رہنے لگی یک بار
یک رنگ ہوئے جوش لطافت سے گل و خار — تھا جادہ صحرا کو جواب خط گلزار
تھی باد بہاری کہ نسیم سحر تھی

جھولی نگاہ شوق کی پھولوں سے بھری تھی(۲۰)

میر انیسؔ کی راہ پر چلتے ہوئے میر نفیسؔ، میر مونسؔ اور مرزا اوجؔ نے ہندوستان کے دیگر شہروں میں مرثیہ کو لسانی حوالے سے خوب نوازا۔

بقول میر مونسؔ:

خالق نے اس زمیں کو دیا ہے بڑا شرف — آئے ہیں اس زمیں پہ رسولان ما سلف

یاں ہو چکا ہے خیمہ شہنشہ نجف — یہ وہ مکاں ہے کعبہ کا قبلہ ہے جس طرف

یہ وہ زمیں ہے جس پہ دعا مستجاب ہے

ہفتاد حج کا طوف میں اس کے ثواب ہے(۲۱)

کانپور، آگرہ، حیدر آباد، الہ آباد، بہار اور پٹنہ میں مرثیہ کے مراکز قائم کیے گئے جدید مرثیے کا آغاز لکھنؤ میں مرزا اوجؔ کی مرثیہ نگاری سے ہوا اسی زمانے میں جوش نے پہلا مرثیہ آوازہ حق لکھ کر مرثیے کا انداز بدل دیا انھوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے مرثیہ کو خوب نوازا جوش کے مرثیے ان کی لسانی بصیرت کے نت نئے دریچے وا کرتے ہیں ان کے کلام میں فنی لوازمات علامت، استعارہ، تلمیح کا خاص التزام نظر آتا ہے جوؔش نے مرثیہ ' اے حسین' میں کلاسیکی علائم، تلمیح و استعارات کے استعمال سے الفاظ کو نئے معانی پہنائے منزل کی نشاندہی کے لیے بڑے جازبانہ انداز میں کہا" سینکڑوں گردوں مٹا کرتے ہیں تیرے نام سے" جوؔش نے مرثیہ کو جو بام عروج بخشا وہ اپنی مثال آپ ہے ان کا رثائی سفر اردو ادبیات کا خزینہ ہے۔ اکبر حیدری اپنے ایک مضمون ' جوش شناسی پر ایک نظر' میں رقم طراز ہیں: جوش اردو کے مسلم الثبوت اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ الفاظ کے جادوگر اور استعارات وتشبہات کے بادشاہ ہیں۔(۲۲) جان کی طاقت کا سرچشمہ لفظوں کا تواتر اور ترکیب کا تسلسل ہے جو

بے پناہ تیزی کے ساتھ ایک کے پیچھے ایک وارد ہو کر صوتی سرعت پیدا کرتی ہے۔ مرثیہ عظمت حسینؑ کے درج ذیل اشعار جوش کی لسانی مہارت کو ظاہر کرتے ہیں صنعت لف ونشر کا زیور پہنا کے بڑی جرات سے کہہ گئے:

مرد وہ ہیں پر باطل جو کتر دیتے ہیں حق جو مانگے تو دل جان و جگر دیتے ہیں
شیر سا بھائی تو یوسف سا پسر دیتے ہیں بات بیعت کو بڑھاتے نہیں سر دیتے ہیں
آتش مرگ میں بےخوف و خطر جاتے ہیں
آنچ آتی ہے جو عزت پہ تو مر جاتے ہیں(۲۳)

پٹنہ میں اس جانب جمیلؔ مظہری نے توجہ کی سید آل رضاؔ اور نسیمؔ امروہی نے جدید مرثیے کی تحریک میں حصہ لیا اردو مرثیہ کا یہ امتیاز ہے کہ اس نے سرحدوں کی قید میں خود کو مقید نہیں ہونے دیا ما بعد تقسیم اس کی لسانی تشکیل میں پاکستانی مرثیہ نگاروں نے فعال کردار ادا کیا ہے۔ڈاکٹر ہلال نقوی کے مطابق جدید اردو مرثیے کے عناصر اربعہ اس روایت کے پھلنے پھولنے کے امین ہیں وہ لکھتے ہیں: بیسویں صدی میں جدید مرثیے کی ارتقائی تاریخ جن شعرا کے ناموں سے عبارت ہے ان میں جوش ملیح آبادی، نسیم امروہوی، جمیل مظہری اور سید آل رضا جدید مرثیے کے عناصر اربعہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔(۲۴) مرثیہ نے وقت کے ساتھ لسانی سفر جاری رکھا ہوا ہے اس حوالے سے مختلف تجربات ہوئے لسانی زاویے بدلے اور یہی تغیر اس کی بقا کا ضامن ہے جب کہ جمود صفحہ وقت سے اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے قصیدہ اور مثنوی ادب سے بے دخل ہو گئے اس اعتبار سے دیکھا جائے تو تمام مرثیہ گو شعرا نے مرثیہ کو ایسے لسانی فریم میں پیش کیا ہے جو سماجی حالات سے بنا ہے اور تمام سخن گو اس سماج کے بہت بڑے امین اور مبلغ ہیں۔ سب سخن

گویوں نے اردو مرثیہ کو جدید تر لسانی تجربات سے نوازا اس حوالے سے اہم نام نجم آفندی کا ہے جنھوں نے پورے ہندوستان میں اپنے کلام سے فکر و عمل کی نئی لہر دوڑا دی۔ سید آل رضاؔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان آنے والے پہلے مرثیہ نگار کہلائے جمیلؔ مظہری کے مراثی کے دو مجموعے عرفان جمیل، وجدان جمیل کے نام سے شائع ہو چکے ہیں ڈاکٹر ہلالؔ نقوی نے ان کے مرثیوں کی کلیات "جمیل مظہری کے مرثیے" کے عنوان سے مرتب کیا ہے ان کا مرثیہ علم دار وفا، جو کہ حضرت عباسؑ کے حال کا ایک شاہ کار مرثیہ جس میں بند کے تیسرے مصرعے کو غیر مقید پیرائے میں لکھا ہے مرثیہ کا درج ذیل بند ان کی لسانی قادر الکلامی، قوت متخیلہ اور تاثیر سخن کی دلیل ہے:

دنیا میں آج کون کس کا غلام ہے — یہ حریت حسینؑ کا فیضان عام ہے
اب تو یزید ایک کنایہ ہے ظلم کا — اب تو حسینؑ ایک علامت کا نام ہے
مظلومیت جو ظلم سے ٹکرا رہی ہے آج
وہ سیرت حسینؑ کو دوہرا رہی ہے آج[۲۵]

رثائی مزاج نے انیسؔ کے لسانی سخن سے استفادہ کرتے ہوئے مرثیے میں حسن اعتدال سے کام لیا انھوں نے مقفیٰ و مسجع، تشبیہات و استعارات اور کنایہ کے ماہرانہ استعمال سے مرثیہ کی خوب صورتی کو بڑھا دیا ہے ان کے مرثیے کے اسلوب میں سادگی اور سلاست بھی قابل دید ہے اس لحاظ سے محمد رضا کاظمی نے بہت پتے کی بات کی ہے کہ:

جب ہم جمیلؔ مظہری کے ہاں ضمنی موضوعات پر توجہ کرتے ہیں تو آہنگ کلام کا تجزیہ زیادہ مشکل نظر آتا ہے۔ ان کے اس دور میں مناظر فطرت، ساقی نامہ اور مکالمہ کی ادائیگی کی وجہ سے ہی ان کے مراثی کو ایک گونہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ کلاسیکی سانچے کے استعمال نے انھیں براہ راست انیسؔ کی روایت کی زد میں لا کھڑا کیا اور جمیل مظہری

کے اس عہد کا کلام انیسؔ کی گرفت کا واضح تاثر دیتا ہے۔(۲۶)

صبا اکبر آبادی نے ۱۹۳۲ء میں پہلا مرثیہ تخلیق کیا سر بکف،شہادت اور خوناب تینوں مجموعہ مراثی میں لسانی لفظیات،اسلوب اور سلاست و فصاحت کا خوش گوار امتزاج نظر آتا ہے ان کے لسانی شعور کی دلیل یہ ہے کہ الفاظ کا دروبست خوب جانتے ہیں ان کی فکر کا خام مالہ مشاہدے کے چراغ سے ماخوذ ہے وہ اپنے جوہر لسانی کو داد پانے کے لیے نہیں چمکاتے بل کہ ان کی زبان و بیان کا بنیادی مقصد کربلائی فکر کو احاگر کرنا ہے اور یہی ان کا رویہ مرثیہ کو عظیم بناتا ہے صبا کے مرثیہ میں تخیل کی کارفرمائی ذاتی تجربے کی لے سے ابھرتی محسوس ہوتی ہے مصرعوں کی روانی اور چستی زبان پر گرفت کا پتا دیتی ہے۔بند ملاحظہ ہو:

کیا کہیے اس علم کا اونچا ہو اس سے طائر و طوبیٰ
علو،عظمت و کمال یہ کیا مجال
ظاہر تھی اس سے شان خدا اس کو اٹھا کے چلتا تھا شیر
ذوالجلال خدا کا لال
اس سے عیاں مشیت رب عظیم تھی
چوب علم نہ تھی عصائے کلیم تھی(۲۷)

نسیم امروہی لغت نویس ہیں لسانیات میں بھی ان کی شناخت ہے۔ان کا مراثی کلام لازوال لسانی ادبی بصارت سے لبریز ہے انھوں نے کلام میں جذبات نگاری،کردار نگاری اور حق و باطل کا تقابل کے عمدہ نمونے پیش کیے ہیں مرثیہ میں اعلیٰ درجے کی بنت ملتی ہے جو ان کو خداداد تھی امروہی نے ہر مرثیہ کے بیانیہ حصے صنائع بدائع،محاورہ بندی،لطف زبان اور نادر اسالیب بیان سے دل کش بنا دیئے ہیں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا کلام زبان و بیان کے اعتبار سے معجز بیانی کی زندہ مثال ہیں انھیں لفظوں کے پرکھنے کی دسترس حاصل تھی انھوں نے ایک لفظ'پانی' کو مختلف ترتیب میں استعمال کیا ہے دراصل پانی کا کربلا سے ایک گہرا تعلق ہے فوج مخالف نے امام حسینؑ اور آپ کے خانوادے پر پانی بند کر دیا تھا اس سخن گو نے

اس کو بنیاد بنا کر یہ مضمون بنایا کہ لغت میں کیا کیا مفہوم اور معنی ہیں پانی کے یہ مرثیہ ۷۸ بندوں پر مشتمل ہے اس کا خلاصہ عظیم امروہوی نے "مراثی نسیم" جلد پنجم میں اس طرح کیا ہے:پانی کی حقیقت، اہمیت اور افادیت، زمین میں جگہ جگہ آسمان اور بہشت میں پانی کی موجودگی،پانی کے مختلف محاوروں کا استعمال،پانی کی مختلف شکلیں کربلا میں بند ش آب، پیاسوں کے مصائب[۲۸] مرثیہ کا وہ بند جس میں پانی کی مختلف شکلیں بیان ہوئی ہیں:

کہیں یہ اشک کا گوہر، کہیں دُر شبنم — کہیں خوشی کا ہے آنسو، کہیں ہے گریہ غم
خوشا لطافت آب و خوشا بہشت میں ہے یہ تسنیم، طہارت یم خاک پر زمزم
یہ پاک ساقی کوثر کے انتساب سے ہے
کہ جیسے خاک کی تطہیر بوتراب سے ہے[۲۹]

آج جب کہ معاشرے میں ذہنی وفکری انقلاب رونما ہو چکا ہے خود واقعہ کرب وبلا اپنی تمام تر عظمتوں کے ساتھ پرانی قدروں سے ہٹ کر نئی سوچ کی طرف بڑھ چکا ہے مرثیہ کی شیشہ گری میں طرح طرح کے رنگ ملتے ہیں ہر رنگ اپنا ہی ایک تسلسل اور جمال رکھتا ہے ہلال نقوی اردو مرثیہ کی توانا آواز ہیں جنھوں نے مرثیہ کو نئے سرے سے متعارف کروانے کی کوشش کی اور مرثیہ میں تمثیلی جہان آباد کرنے اور علامتوں سے مرثیہ کا کینوس پورٹریٹ کرنے میں عمر صرف کر دی ان کا رثائی سفر پچاس برس سے زائد عرصہ پر محیط ہے اور ہنوز جاری ہے۔ مرثیہ کی روایت میں جدت کا عنصر آمیختہ کر کے مرثیہ کے قد کو بڑھانے میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ ہلال نقوی کے مرثیے ہاتھ، چراغ، آواز، حر اور طاقت اپنے دور کے توانا آور ثابت ہوئے ہیں جو اپنے حال سے رابطہ رکھے ہوئے ہیں اور جن کی بازگشت مستقبل میں بھی سنی جائے گیا ان کے مرثیے ابتدا سے انجام تک لسانی تسلسل اور فکری انداز کی روانی کے حامل ہیں۔ پروفیسر سحر انصاری کا کہنا ہے کہ:

ہلال نقوی کی مرثیہ نگاری کے فکری اور فنی پہلوؤں اور ان کی انفرادیت پر کچھ کہنے سے پہلے مختصراً ان کے شعور ہیت کے بارے میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں ہلالؔ نے ابتداً جو مرثیے لکھے وہ اگر چہ مرثیے کے روایتی رنگ و آہنگ سے مختلف اور جدید مرثیے کے اجزائے ترکیبی سے قریب تر تھے لیکن ان کا ہیتی پیکر مدس کا وہی جانا پہچانا پیکر تھا جیسے میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ نے اوج کمال تک پہنچا دیا۔(۳۰)

ہلالؔ نقوی نے اردو مرثیہ کو عہد حاضر کی صف اول صنف بنا دیا ہے ان کے ہاں مرثیے کے کئی تجربات ہوئے اس کے باوجود مطلع نکالنے اور مصرعے تراشنے میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے ان کے لفظیات کثیر اللسانی معنویت کے حامل ہیں الفاظ کے سجاؤ اور استعمال کے قرینے سے خوب آگاہ ہیں مخصوص تلازمات سے شعری استعارے تراشتے ہیں نقوی کے تخلیقی مرثیہ میں صدیوں کی روایت بول رہی ہے بلا شبہ اردو ادب میں عہد حاضر کا سب سے بڑا مرثیہ نگار اگر کسی کو قرار دیا جائے تو ڈاکٹر ہلالؔ نقوی اس انتخاب پر پورا اترتے ہیں۔ جدید مرثیہ نگاری میں انھوں نے مدّس کی ہیت میں محض اتنی تبدیلی کہ تیسرے مصرع کو قافیہ کی پابندی سے آزاد کیا ڈاکٹر ہلالؔ نقوی کا یہ تجربہ اردو مرثیہ کی حیات نو کا باعث بنا تبدیلی سے مدس کے جمود کو توڑا اور مرثیے میں نئی روح ڈالی۔ لفظی تضاد کی مثال ' مقتل و مشعل' میں سامنے آتی ہے جہاں پر جاہل اور عالم کے تضاد کا ذکر کیا گیا ہے مدس کا آخری مصرعہ تمثیل کی صنعت کو واضح کرتا ہے جہاں پر مس د ادراک پر ابو جہل کی مسند نشینی کی تعبیر دی گئی ہے اس سے تشبیہ کی صنعت نمایاں ہوتی ہے کہ ہر بشر ابو جہل نہیں لیکن منزل عقل مندی پر بیٹھ کر اپنی جہالت کو علم سے تعبیر کرنے والا بشر یقیناً ابو جہل ہے۔ ہلالؔ نقوی نے ہوس کے پجاری معاشرہ میں انسانی حقوق کو چھنتے دیکھا ہے اور ظلم کا یہ عالم ہے کہ محافظ چور نظر آتے ہیں مرثیہ ' مقتل و مشعل' کے درج ذیل اشعار اس حوالے سے مشاہدہ کر سکتے ہیں:

کیا اثر انداز ہو ان پر یہ خونیں ہے تضاد فکر جن کے قلب و

داستاں لب کے درمیاں
چشم و ابرو پر غُل رخ پر ہوس کی بے عمل ہے ہر بشر جاہل سے
جھریاں عالم تک یہاں
ظلم کی حد ہے محافظ اہل کا نہ اہل ہو
منزل ادراک پر مسند نشیں بوجہل ہو(۳۱)

مرثیہ ایک پھول ہے اور اس کی ہر کلی خوشبو دار ہے یہ ایک خوش آئند امر ہے کہ لسانی تشکیلات میں اردو مرثیہ کا کردار اپنی بقا کی جنگ لڑنے میں برسر پیکار نظر آتا ہے بلا شبہ سب مرثیہ نگاروں نے اس صنف کو فروغ دیا اور اتنی فصیح و بلیغ زبان استعمال کی کہ اس کا اثر سامع کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے گویا کہ ان کے مرثیوں کی یہ خوبی بھی قابل ستائش ہے کہ اس میں موجود لسانی خصائص خاص اثر آفرینی رکھتی ہیں اور ان کی از سر نو تشکیل و ترمیم کا لسانی التزام حیران کن ہے اس لیے میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ اردو مرثیہ کی روح تعمیری اور اصلاحی ہے۔

حواشی

۱۔ مولوی عبد الحق، قواعد اُردو، (لاہور: لاہور اکیڈمی، ۱۹۵۰ء)، ص ۷
۲۔ شان الحق حقی، فرہنگِ تلفظ، (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء)، ص ۸۱۸
۳۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد شانزدہم ۱۶، اردو لغت بورڈ، (کراچی، ترقی اردو بورڈ، جون ۱۹۹۲ء)، ص ۷۸۷
۴۔ ڈاکٹر اسد اریب، مرثیے کے نئے صنعت گر، (ملتان، کتاب نگر، ۲۰۲۲ء) ص ۱۰
۵۔ ڈاکٹر سید محمود، متحدہ ہندوستانی قومیت، مشمولہ اردو اور مشترکہ ہندوستانی تہذیب، مرتبہ ڈاکٹر کامل قریشی، (دہلی، اردو اکادمی، ۲۰۰۶ء)، ص ۵۰
۶۔ ڈاکٹر سیّد عبد اللہ (مرتب)، نوادر الالفاظ، (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۵۱ء)، ص ۱۵
۷۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، اردو زبان اور لسانیات، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء)، ص ۴۹
۸۔ ڈاکٹر ہلال نقوی، بیسویں صدی اور جدید مرثیہ، (کراچی: محمدی ٹرسٹ لندن، ۱۹۹۴ء)، ص ۲۵
۹۔ محمد اکبر الدین صدیقی، انتخابِ محمد قلی قطب شاہ، (دہلی: مکتبہ جامعہ اردو بازار، ۱۹۹۳ء)، ص ۲۰۸
۱۰۔ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی، جامع القواعد، (لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۷ء)، ص ۳۵۳

۱۱۔ ڈاکٹر اسد اریب، مرثیے کا عمل ترکیبی مشمولہ سیپ، شمارہ-۲۲۔سیپ، کراچی، فروری ،مارچ، ۱۹۷۲ء، ص۵۸

۱۲۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی،لکھنؤ کا دبستان شاعری،(لاہور: اردو مرکز، ۱۹۵۵ء)ص۲۸۵

۱۳۔ عبدالرؤف عروج،اردو مرثیہ کے پانچ سو سال،(کراچی: شائق پبلی کیشن، ۱۹۶۱ء۔)، ص۹۹

۱۴۔ ایضاً، ص۱۲۶

۱۵۔ ایضاً، ص۱۲۸

۱۶۔ اظہار کاظمی،اردو مرثیے کا طلسم ہوشربا، مشمولہ رثائی ادب، کراچی، شمارہ ۳۳، ۳۴۔، ۲۰۱۳ء، ص۱۲۴

۱۷۔ ڈاکٹر اکبر حیدری،مکتوب بنام رثائی ادب کے ایڈیٹر (ہلال نقوی) مطبوعہ رثائی ادب، کراچی، شمارہ نومبر دسمبر، ۲۰۱۲ء، ص۸۴

۱۸۔ منظر عباس نقوی،اسلوبیاتی مطالعے،(علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۹ء)، ص۱۷۴

۱۹۔ پروفیسر عبدالرشید،اردو مرثیے کی اہمیت کے چند پہلو، مشمولہ خیابان، شعبۂ اردو، پشاور یونی ورسٹی، شمارہ۸ دسمبر، ۱۹۷۴ء، ص۲۱۸

۲۰۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری،میر انیس: حیات اور شاعری،(لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء)، ص۱۳۴

۲۱۔ مہاراجا سر کشن پرشاد شادؔ (عطیہ کردہ)، مرثیہ مونس مع اصلاحِ میر انیسؔ مشمولہ انیس: ایک مطالعہ، مرتبہ ڈاکٹر احراز نقوی،(لاہور: میری لائبریری، ۱۹۸۸ء)، ص۵۴۸

۲۲۔ ڈاکٹر اکبر حیدری کشمیری،جوش شناسی پر ایک نظر، مشمولہ جوش شناسی، (چوتھا ایڈیشن)، (کراچی: الفاظ فاونڈیشن، ۲۰۰۹ء)، ص۳۱۳

۲۳۔ ڈاکٹر عصمت ملیح آبادی، کلیاتِ مراثیِ جوش ملیح آبادی، مرثیہ عظمت انسان،(دہلی، فرید بک ڈپو، ۲۰۰۷ء)، ص۲۵۲

۲۴۔ ڈاکٹر ہلال نقوی،بیسویں صدی اور جدید مرثیہ،(کراچی، محمدی ٹرسٹ لندن، ۱۹۹۴ء)، ص۱۳

۲۵۔ ۔۔۔۔۔،جمیل مظہری کے مرثیے،(کراچی: بلاک ۲۰ فیڈرل بی ایریا، ۱۹۸۸ء)، ص۲۰۳

۲۶۔ محمد رضا کاظمی،جدید اردو مرثیہ،(کراچی، مکتبۂ ادب، ۱۹۸۱ء)، ص۱۴۳

۲۷۔ صبا اکبر آبادی،خوننابہ،(کراچی، بختیار اکیڈمی گلشن اقبال، ۱۹۸۵ء)، ص۱۴۹۔۱۵۰

۲۸۔ ڈاکٹر عظیم امروہی (مرتب)، مراثیِ نسیم (جلد پنجم)،(ٹورنٹو: نسیم امروہی میموریل سوسائٹی، ۲۰۱۹ء)، ص۱۵۹

۲۹۔ نسیم امروہوی، مراثی نسیم(نسیم امروہوی کے ۲۸ مرثیوں کا مجموعہ)، جلد دوم، (کراچی: پاکستان ریڈرس گلڈ، س ن)، ص۳۴

۳۰۔ پروفیسر سحر انصاری، افقِ مرثیہ اور طلوع ہلال، مشمولہ اذانِ مقتل از ڈاکٹر ہلال نقوی، (کراچی: محمدی ٹرسٹ لندن، ۱۹۹۴ء)، ص۱۲۲

۳۱۔ ڈاکٹر ہلال نقوی، مرثیۂ مقتل و مشعل،(کراچی: نون اکیڈمی، ۱۹۷۲ء)ص۶۵

مآخذ

۱۔ اریب، اسد، ڈاکٹر، مرثیے کے نئے صنعت گر، ملتان: کتاب نگر، ۲۰۲۲ء
۲۔ اکبر آبادی، صبا، خونناب، کراچی: بختیار اکیڈمی، ۱۹۸۵ء
۳۔ امروہی، عظیم، ڈاکٹر (مرتب)، مراثیِ نسیم (جلد پنجم)، ٹورنٹو: نسیم امروہوی میموریل سوسائٹی، ۲۰۱۹ء
۴۔ امروہوی، نسیم، مراثی نسیم (نسیم امروہوی کے ۲۸ مرثیوں کا مجموعہ)، جلد دوم، کراچی: پاکستان ریڈرس گلڈ، س ن
۵۔ انصاری، سحر، پروفیسر، افقِ مرثیہ اور طلوع ہلال، مشمولہ اذانِ مقتل از ڈاکٹر ہلال نقوی، کراچی: محمدی ٹرسٹ لندن، ۱۹۹۴ء
۶۔ حقی، شان الحق، فرہنگِ تلفظ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء
۷۔ شادؔ، مہاراجا سر کشن پرشاد (عطیہ کردہ)، مرثیہ مونسؔ مع اصلاحِ میر انیسؔ مشمولہ انیس: ایک مطالعہ، مرتبہ ڈاکٹر احراز نقوی، لاہور: میری لائبریری، ۱۹۸۸ء
۸۔ صدیقی، محمد اکبر الدین، انتخابِ محمد قلی قطب شاہ، دہلی: مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۹۳ء
۹۔ صدیقی، ابو اللیث، ڈاکٹر، جامع القواعد، لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۱۷ء
۱۰۔ ____، لکھنؤ کا دبستان شاعری، لاہور: اردو مرکز، ۱۹۵۵ء
۱۱۔ عبد الحق، مولوی، قواعد اُردو، (لاہور: لاہور اکیڈمی، ۱۹۵۰ء)، ص ۷
۱۲۔ عبد الرشید، پروفیسر، اردو مرثیے کی اہمیت کے چند پہلو، مشمولہ خیابان، شعبۂ اردو، پشاور یونی ورسٹی، شمارہ ۸ دسمبر، ۱۹۷۴ء، ص ۲۱۸
۱۳۔ عبد اللہ، ڈاکٹر، سیّد (مرتب)، نوادر الالفاظ، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۵۱ء
۱۴۔ عروج، عبد الروف، اردو مرثیہ کے پانچ سو سال، کراچی: شائق پبلی کیشنز۔ ۱۹۶۱ء
۱۵۔ فتح پوری، فرمان، ڈاکٹر، میر انیس: حیات اور شاعری، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء
۱۶۔ کاظمی، محمد رضا، جدید اردو مرثیہ، کراچی: مکتبۂ ادب، ۱۹۸۱ء
۱۷۔ کشمیری، اکبر حیدری، ڈاکٹر، جوش شناسی پر ایک نظر، مشمولہ جوش شناسی،، چوتھا ایڈیشن، کراچی: الفاظ فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء، ص ۳۱۳
۱۸۔ محمود، سیّد، ڈاکٹر، متحدہ ہندوستانی قومیت، مشمولہ اردو اور مشترکہ ہندوستانی تہذیب، مرتبہ ڈاکٹر کامل قریشی، دہلی: اردو اکادمی، ۲۰۰۶ء
۱۹۔ ملیح آبادی، عصمت، ڈاکٹر، کلیاتِ مراثیِ جوش ملیح آبادی، مرثیہ عظمت انسان، دہلی: فرید بک ڈپو، ۲۰۰۷ء
۲۰۔ نارنگ، گوپی چند، ڈاکٹر، اردو زبان اور لسانیات، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء
۲۱۔ نقوی، منظر عباس، اسلوبیاتی مطالعے، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۹ء
۲۲۔ نقوی، ہلال، ڈاکٹر، بیسویں صدی اور جدید مرثیہ، کراچی: محمدی ٹرسٹ لندن، ۱۹۹۴ء

۲۳۔ ____، جمیل مظہری کے مرثیے، کراچی: بلاک ۲۰ فیڈرل بی ایریا، ۱۹۸۸ء
۲۴۔ ____، مرثیۂ مقتل و مشعل، کراچی: نون اکیڈمی، ۱۹۷۲ء

لغت

۱۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد شانزدہم ۱۶، کراچی: ترقی اردو بورڈ، جون ۱۹۹۲ء

خطوط

۱۔ حیدری، اکبر، ڈاکٹر، مکتوب بنام رثائی ادب کے ایڈیٹر (ہلال نقوی) مطبوعہ رثائی ادب، کراچی، شمارہ نومبر دسمبر، ۲۰۱۲ء

رسائل و جرائد

۱۔ خیابان، نومبر دسمبر، ۱۹۷۴ء، شعبۂ اردو، جامعہ پشاور، ۱۹۷۴ء
۲۔ سہ ماہی رثائی ادب، کراچی، نومبر دسمبر، ۲۰۱۲ء
۳۔ رثائی ادب، کراچی، شمارہ ۳۳، ۳۴۔، ۲۰۱۳ء
۴۔ جوش شناسی، کراچی، جون، ۲۰۰۹ء
۵۔ سیپ، شمارہ۔ ۲۲، سیپ، کراچی، فروری، مارچ، ۱۹۷۲ء

References:

1. Maulvi Abdul-Haq, *Qawaide-eUrdu*, (Lahore: Academy, 1950), P. 7
2. Shan-ul-Haq Haqi, *Farhang-e-Talaffuz*, (Islamabad: National Language Authority, 1995), P. 818
3. *Urdu Lughat Tareekhi Usool Par*, Vol. 16, (Karachi: Urdu Lughat Board, 1992), P. 787
4. Dr. Asad Areeb, *Marsiye kay naye Sanat gar*, (Multan: Kitab Ghr, 2023) p. 10
5. Dr. Syed Mahmood Motahida Hindustani Qaumiyat, Urdu or Mushtariqa Hindustani Tehzeb Mrtaba Dr Kamil Qureeshi (Dilli: Urdu Aqadmi, 2006), P . 50
6. Dr. Abdullah Syed, Maratib Nawadir-Ul-Alfaz (Karachi: Unjamn Terqi Urdu, 1951), P 15
7. Dr. Gopi Chand Narang, Zuban Aur Lisaaniyaat (Lahore: Saung-E-Meel Publications, 2007), P .49
8. Dr. Hilal Naqvi, Beesween Sadi aur Jadeed Marsiya (Karachi: Muhammadi Trust, 1994), P. 25
9. Muhammad Akbar Deen Sidequi, Intakhab Muhammad Quli Qutib Shah (Delhi: Urdu Bazar, 1993),P.208

10. Dr. Abu-Ul-Leasss Sidequi, Jamea-Ul-Qvaed (Lahore:Urdu Board, 1917),P.353
11. Dr. Asad Areeb, Marsiye k umel Tarqeebi, Seap, (Rawalpindi: Issue Feb, 1972),P.58
12. Dr. Abu-Ul-Leass Sadequi, Lakwnao Ka Dabustan Shairy (Lahore: Urdu Markaz 1955),P . 285
13. Abdur-Rauf -Urooj, Urdu Marsiya ke Panch Sau Saal (Karachi: Shaeq Publication's), P 99
14. Ibid, P.126
15. Ibid, P. 128
16. Izhaar Kazmi, Urdu Marseay Ka Tulusm Hoshruba Risai Adab, (Karachi: 2013). P 124
17. Dr. Akbar Haideri Kashmiri, Muktoob Banam Editor, Rasai Adab, (Karachi: Issu Nov Dec. 2012), P 84
18. Naqvi Manzur Abbas, Aslubeti Mutaley(Aligarh: Educational Book House 1989), P 174
19. Prof. Ab-Dur-Rasheed, Urdu Marseay Ki Ehmeat k Chand Pehelo, Khayabn, (Peshawar: Issu Dec. 1974), P. 218
20. Dr. Farman Fatech Puri, Meer Anees Hayeat or Sheary (Lahore: Al-Waqar Publication's 2002), P.34
21. Basheer Ahmed, Nashir Anees Ek Mutala (Lahore: AL -Jda Press 1988), P 548
22. Dr. Akbar Haidery Kashmiri, Josh Shanasi Murtub Dr Hilal Naqvi (Karachi: Al-Faz Foundation, 2009), P.313
23. Kulliyat -E-Marasi-E-Josh Malih Abadi, Marsea Azmat Insan (Delhi: Farid book Depo, 2007)P.256
24. Dr. Hilal Nqvi, Beesween Sadi Aur Jadeed Marsiya (Karachi: Muhammadi Trust, 1994), P.13
25. Ibid, Jamil Mazhari Ke Marsiye (Karachi: Federal, Area 1988), P.203
26. Muhammad Raza Kazmi, Jadeed Urdu Marsiya (Karachi: Maktaba Adab, 1981), P .143
27. Saba Akbar Abadi, kho-e-Nab (Karachi: Bakhtear Academy, 1985),P. 149-150
28. Mirasi-e-Naseem Vol-5 (Toronto: Dr Azeem Amrohavi Memorial Society, 2019), P . 159
29. Meraci Naseem Vol-2 Naseem Amrohvi k 28 Marseon Ka Majmoa (Karachi: Pakistan Redress Guild), P. 34
30. Professor Sahar Ansari, Ufaq-e-Marsiya aur Tuloo-e- Hilal in Azaan-e-Maqtal (Karachi: Muhammadi Trust, 1994), P.122
31. Dr. Hilal Naqvi, Marsiya Maqtal-o-Mushal (Karachi: Noon Academy, 1972), P. 65

Bibliography:

1. Asad Areeb, Dr., Marsiye Ke Naye Sanat Gar, Multan: Kitab Ghr, 2023

2. Abu-Ul-Leasss Sidequi, Dr, Jamea-Ul-Qvaed, Lahore:Urdu Board, 1917
3. Abu-Ul-Leass Sadequi, Dr, Lakwnao Ka Dabustan Shairy, Lahore: Urdu Markaz, 1955
4. Basheer Ahmed, Nashir Anees Ek Mutala, Lahore: AL -Jda Press 1988
5. Shan-Ul-Haq-Haqi, Farhang Talufiz, Islamabad: Mqtadra Qaumi Zaban, 1995
6. Saba Akbar Abadi, kho-e-Nab, Karachi: Bakhtear Academy, 1985
7. Abdul-Haq Molvi, Qwaed Urdu, Lahore: Academy, 1950
8. Abdullah Syed Dr, Maratib Nawadir-Alfaz, Karachi: Unjamn Terqi Urdu, 1951
9. Abdur-Rauf -Urooj, Urdu Marsiya ke Panch Sau Saal, Karachi: Shaeq Publication's،1961.
10. Farman Fatech Puri Dr, Meer Anees Hayeat or Sheary, Lahore: Al-Waqar Publication's 2002
11. Kulliyat -E-Marasi-E-Josh Malih Abadi, Marsea Azmat Insan, Delhi: Farid book Depo, 2007
12. Gopi Chand Narang Dr, Zuban Aur Lisaaniyaat, Lahore: Saung-E-Meel Publications, 2007
13. Muhammad Akbar Deen Sidequi, Intakhab Muhammad Quli Qutib Shah, Delhi: Urdu Bazar, 1993
14. Muhammad Raza Kazmi, Jadeed Urdu Marsiya, Karachi: Maktaba Adab, 1981
15. Meraci Naseem Vol-5 Canada,Toronto: Dr Azeem Amrohavi Memorial Society, 2019
16. Meraci Naseem Vol-2 Naseem Amrohvi k 28 Marseon Ka Majmoa, Karachi: Pakistan Redress Guild
17. Naqvi Manzur Abbas, Aslubeti Mutaley, Aligarh: Educational Book House 1989
18. Hilal Naqvi, Dr, Beesween Sadi aur Jadeed Marsiya, Karachi: Muhammadi Trust, 1994
19. Hilal Nqvi, Dr, Jamil Mazhari Ke Marsiye, Karachi: Federal B- Area block 20, 1988
20. Hilal Naqvi, Dr, Marsiya Maqtal-o-Mushal Karachi: Noon Academy, 1972

Lughat:

Urdu Lughat Tareekhi Usool Par Vol-16 Karachi, Urdu Lughat Board June, 1992.

Journals

1. *Josh Shanasi*, Karachi, Al-Faz Foundation, June 2009
2. *Khayaban*, Dec. 1974, Dept. of Urdu, University of Peshawar
3. *Risai Adab*, Karachi, No.33/34, Nov. 2012.